بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی احکام وہدایات

سید جلال الدین عمری

اسلام اس حیثیت سے ہمارے سامنے آتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا آخری دین ہے جو قیامت تک کے لیے ہے اور دنیا کے ہر خطہ اور ہر دور کے انسانوں کے لیے ہے۔ اس مقصد کے لیے اس نے اپنے ماننے والوں پر تبلیغ واشاعت کی ذمہ داری ڈالی اور یہ ہدایت کی کہ وہ اسے تمام انسانوں تک پہونچانے اور ساری دنیا میں پھیلانے کی کوشش کریں[1]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذمہ داری کی طرف جن پہلوؤں سے متوجہ فرمایا ہے ان میں سے دو ایک کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے۔

اللہ کے آخری دین کی بنیاد پر وجود میں آنے والی اس امت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں ہدایت کی کہ جس شخص کو دین کی جو بات بھی معلوم ہو اسے عام کرنے اور اسے دوسروں تک پہونچانے میں کوتاہی نہ کرے۔ ذیل میں آپ کے بعض ارشادات پیش کیے جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بلغوا عنی ولو آیۃ[2] — میری طرف سے (دوسروں تک) پہونچاؤ چاہے ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔

---

[1] قرآن مجید نے اس ذمہ داری کو پورے زور اور قوت کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس سلسلے میں اٹھنے والے تمام سوالات کا جواب دیا ہے۔ یہاں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے ہم اپنی دو کتابوں 'معروف ومنکر' اور 'اسلام کی دعوت' میں براہ راست بحث کر چکے ہیں۔

[2] بخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل۔

آیت سے مراد بظاہر قرآن مجید کی آیت ہے۔ اس کے ذیل میں حدیث بھی آجاتی ہے، اس لیے کہ حدیث قرآن مجید کی تشریح وتفصیل ہے۔ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کو صرف ایک آیت یا حدیث ہی کا علم ہو تو بھی اسے اپنی ذات تک محدود نہ رکھے بلکہ اسے دوسروں تک پہونچا دے تاکہ اس طرح دین عام ہوتا چلا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو خطبہ دیا تھا وہ اسلامی ریاست کا منشور اور ایک لحاظ سے امت کے لیے آپ کا آخری پیغام تھا۔ اس خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

لِيُبَلِّغِ الشاهدُ الغائبَ فان الشاهد عسىٰ ان يُبَلِّغَ من هو اوعىٰ له منه[1]	جو یہاں موجود ہے وہ ان لوگوں تک میری یہ باتیں پہونچا دے جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ اس طرح ہو سکتا ہے کہ موجود شخص ان باتوں کو کسی ایسے شخص تک پہونچا دے جو اس سے زیادہ ان کی حفاظت کر سکے۔

یہ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دین وشریعت کی تبلیغ کا حکم تھا۔ یہ اس بات کی تاکید تھی کہ جس طرح آپ نے اللہ کا دین اپنے مخاطبین تک پہونچایا ہے اسی طرح وہ اسے دوسروں تک پہونچائیں۔ اس حدیث کے ذیل میں امام نووی فرماتے ہیں۔

فيه وجوب تبليغ العلم وهو فرض كفاية بحيث ينتشر[2]	اس سے علم کی تبلیغ کا وجوب نکلتا ہے۔ یہ فرض کفایہ ہے جو اس طرح ادا ہوگا کہ علم کی نشر واشاعت ہوتی رہے (افراد کے ذریعہ ہو یا جماعتوں کے ذریعہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور تعلیمات زیادہ تر زبانی ایک دوسرے کو منتقل ہوتی تھیں آپ نے فرمایا تبلیغ دین کا یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ اس سے بسا اوقات آپ کی تعلیمات ان لوگوں تک بھی پہونچ سکتی ہیں جن کا حافظہ زیادہ قوی ہے اور جو زیادہ بہتر طریقہ سے اس کی

---

[1] بخاری، کتاب العلم، باب قول النبیؐ رب مبلغ اوعیٰ من سامع۔ مسلم، کتاب القسامہ الخ باب تغلیظ تحریم الدماء الخ

[2] نووی: شرح مسلم ۲/۶۰

حفاظت کر سکتے ہیں۔ بعض حدیثوں میں کہا گیا ہے کہ ایک غیر فقیہ شخص بھی آپ کے ارشادات کو جوں کا توں حفظ کرلے تو وہ انھیں کسی فقیہ اور صاحب بصیرت فرد تک پہونچا سکتا ہے اور ایک فقیہ شخص کے ذریعہ وہ اس سے بھی بڑے فقیہ تک پہونچ سکتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں۔

نضّر اللّٰه عبداً سمع مقالتی فحفظها ووعاها وادّاها فرُبَّ حاملِ فقهٍ غیر فقیهٍ و رُبَّ حامل فقهٍ الی من هو افقه منه[۱]	اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم اور شاداب رکھے جس نے میری بات سنی، اسے یاد رکھا، اُسے سمجھا پھر اسے (جوں کا توں) دوسرے تک پہونچا دیا۔ بہت سے لوگ فقہ کے حامل (اس کو یاد رکھنے والے) تو ہوتے ہیں لیکن خود فقیہ نہیں ہوتے۔ بعض فقہ کے حامل دین کی باتیں ان لوگوں تک پہونچائیں گے جو ان سے زیادہ فقیہ ہوں گے۔

اس حدیث میں ایک تو اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ علم دین کی تبلیغ میں پوری دیانت داری اور احتیاط سے کام لیا جائے اور بغیر کسی کمی بیشی کے اسے جوں کا توں دوسروں تک پہونچا یا جائے، اس طرح دین قیامت تک محفوظ ہوتا چلا جائے گا۔ دوسرے اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ امت میں ایسے اصحاب فقہ و بصیرت پیدا ہوتے رہیں گے جو ہر دور میں اس کی حکمت اور معنویت بہتر طریقہ سے سمجھا سکیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ جو کچھ تم سیکھ رہے ہو اسے بعد میں آنے والوں تک پہونچاؤ اور پھر وہ اپنے بعد والوں تک پہونچائیں۔ مطلب یہ کہ اس طرح دین کی تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔

تسمعون ویسمع منکم ویسمع ممن یَسمع منکم[۲]	تم لوگ دین کی باتیں (براہ راست) سن رہے ہو، اس کے بعد تم سے یہ باتیں سنی

۱؎ مشکوٰۃ، کتاب العلم۔ بحوالہ احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی۔
۲؎ ابوداؤد، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم۔

جائیں گی اور پھر تم سے جو لوگ سنیں گے
ان سے ان کے بعد والے سنیں گے۔

اس حدیث میں حاملین دین سے کہا گیا ہے کہ وہ تبلیغ واشاعت کا فرض مسلسل انجام دیتے رہیں تاکہ بغیر کسی انقطاع کے دین پھیلتا رہے۔ چنانچہ اس کے ذیل میں علامہ مناوی لکھتے ہیں:۔

بذالك يظهر العلم وينتشر	اس سے علم نمایاں ہو کر سامنے آئے گا،
ويحصل التبليغ وهو الميثاق	پھیلے گا اور تبلیغ ہوگی یہی وہ عہد وپیمان
الماخوذ على العلماء[1]	ہے جو علماء سے لیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو تبلیغ دین کی بار بار ہدایت اور تاکید فرمائی اور دوسری طرف اپنی حیات ہی میں عرب کے مختلف علاقوں اور قبیلوں میں مبلغین اور تبلیغی وفود روانہ فرمائے۔ اس طرح عملاً یہ ثابت فرما دیا کہ اسلام ایک عالمی دین ہے جس کی تبلیغ پوری دنیا میں ہوتی رہنی چاہیے۔ مبلغین کو بھیجنے کا سلسلہ مکہ کے آخری دور ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ بیعت عقبۂ اولیٰ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو اہلِ مدینہ کی تعلیم کے لیے بھیجا تھا۔ اس کے بڑے دوررس نتائج نکلے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں:

امره ان يقرءهم القرآن	آپ نے ہدایت فرمائی کہ وہ انھیں
ويعلمهم الاسلام ويفقههم	قرآن پڑھائیں، اسلام کی تعلیم دیں اور
في الدين	ان کے اندر دین کی سوجھ بوجھ اور بصیرت
	پیدا کریں۔

چنانچہ مدینہ میں حضرت مصعب بن عمیرؓ کا نام ہی مقری پڑ گیا تھا۔[2]

حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ساتھ عبداللہ بن ام مکتومؓ بھی مدینہ پہونچے۔ اہلِ مدینہ کو تعلیم دینے میں وہ بھی شریک تھے۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں:

اول من قدم علينا مصعب	سب سے پہلے ہمارے پاس (مدینہ) مصعب

---

[1] التیسیر بشرح الجامع الصغیر: ۱/۱۴۴

[2] ابن ہشام: سیرۃ النبیؐ، تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید ۲/۲۴ مطبوعہ قاہرہ، مصر۔ علامہ ابن عبدالبر نے اسے بیعت عقبۂ ثانیہ کے بعد کا واقعہ لکھا ہے۔ جو غالباً صحیح نہیں ہے۔ الاستیعاب فی اسماء الاصحاب علی ہامش الاصابہ لابن حجر ۳/۲۶۹۔

بن عمیر وابن ام مکتوم وکانوا یقرؤن الناس[1]

بن عمیرؓ اور ابن ام مکتومؓ آئے۔ یہ حضرات وہاں لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہونچنے اور اسلامی ریاست کے قیام کے بعد بڑے پیمانہ پر دعوت وتبلیغ کا کام ہونے لگا۔ کبھی تو خاص اسی مقصد کے لیے مبلغین بھیجے جاتے تھے اور کبھی ریاست کے عہدہ دار یہ فرض انجام دیتے تھے۔ وہ چاہے گورنر ہوں، زکوٰۃ اور صدقات کے وصول کرنے والے ہوں یا فوج کے سربراہ ہوں کسی بھی حال میں دعوت وتبلیغ سے غافل نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ یہ ان کی سرکاری ذمہ داری ہوتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے مختلف علاقوں میں جن افراد کو بھیجا ان کے نام اور ان کی ذمہ داریوں کی نوعیت ذیل میں بیان کی جارہی ہے۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ ان کے مقاصد میں دعوت وتبلیغ پوری طرح شامل تھی۔

بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا تو فرمایا کہ وہاں اہل کتاب سے سابقہ پیش آئے گا۔ یہ بھی بتایا کہ ان کے درمیان تبلیغ کس طرح ہونی چاہئے[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر حضرت معاذ کو دعوت وتبلیغ، اخلاق اور قانون سے متعلق بھی بہت سی ہدایات دی تھیں[3]

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یمن کو دو بڑے علاقوں میں تقسیم فرمایا تھا۔ شمالی یمن حضرت معاذ کے حوالہ کیا گیا اور جنوبی یمن کے ذمہ دار حضرت ابوموسیٰ اشعری

1۔ بخاری، کتاب المناقب، باب مقدم النبی واصحابہ۔

2۔ اس روایت پر کسی قدر تفصیل سے ہم ایک دوسرے مضمون 'حکمت دعوت' میں بحث کرچکے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ ماہنامہ زندگی نو، دہلی۔ اپریل ۱۹۸۷ء۔ نیز ملاحظہ ہو ابن ہشام، سیرۃ النبی: ۴/ ۲۶۰

3۔ علامہ ابن کثیر نے ان سب کو جمع کردیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ السیرۃ النبویہ: ۴/ ۱۹۲ تا ۱۹۹۔ یہ کتاب مصنف کی معروف ضخیم کتاب البدایہ والنہایہ کا ایک حصہ ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے متعلق ہے۔ مصطفیٰ عبدالواحد نے اس کا تحقیقی ایڈیشن مرتب کیا ہے۔ مطبوعہ دارالمعرفت، لبنان، بیروت ۱۹۸۳ء

قرار دیے گئے[1]

ان دونوں کو نصیحت فرمائی کہ لوگوں کو سہولت اور آسانی فراہم کریں، مشکلات میں نہ ڈالیں، تعلیم وتبلیغ میں خوش خبری کا پہلو غالب رہے، اس طرح ڈرایا اور خوف دلایا نہ جائے کہ دین ہی سے نفرت پیدا ہو جائے۔ اتفاق اور اتحاد کے ساتھ کام کریں اور اختلاف اور انتشار سے بچے رہیں۔

یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا وتطاوعا ولا تختلفا[2]	آسانی کا رویہ اختیار کرو، مشکل میں نہ ڈالو، خوش خبری سناؤ، نفرت نہ دلاؤ، مل جل کر کام کرو اور ایک دوسرے کی مخالفت نہ کرو۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ یمن میں حضرت معاذ کی کیا حیثیت تھی؟ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ وہ قاضی تھے۔ غسانی کی رائے ہے کہ وہ والی (گورنر) مقرر کیے گئے تھے[3]

علامہ ابن عبدالبر کی رائے ان کی کتاب 'الاستیعاب' میں زیادہ تفصیل سے ملتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کو پانچ علاقوں میں تقسیم کرکے پانچ افراد کو ان کا ذمہ دار بنایا تھا۔ اس کی تفصیل انھوں نے یوں بیان کی ہے۔

(۱) خالدبن سعیدؓ (صنعاء) (۲) مہاجربن ابوامیہؓ (کندہ) (۳) زیاد بن لبیدؓ (حضرموت) (۴) معاذ بن جبلؓ (جند) (۵) ابوموسیٰ اشعریؓ (زبید، زمعہ، عدن اور ساحل)

حضرت معاذؓ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

بعثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاضیا الی الجند من الیمن یعلم الناس القرآن وشرائع	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یمن میں جند کے علاقہ کے قاضی کی حیثیت سے بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو قرآن اور اسلامی

---

[1] حضرت ابوبردہؓ کی روایت ہے: بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اباموسیٰ ومعاذ بن جبل الی الیمن وبعث کل واحد منھما علی مخلاف والیمن مخلافان۔ بخاری، کتاب المغازی، باب بعث ابی موسیٰ ومعاذ الی الیمن تفصیل کے لیے دیکھی جائے۔ فتح الباری ۸/۵۴

[2] بخاری، حوالہ سابق، مسلم، کتاب الجہاد، باب تامیر الامام الامراء علی البعوث الخ ولا تختلفا کا لفظ بخاری میں نہیں ہے۔ [3] فتح الباری: ۲۳۰/۳

الاسلام ویقضی بینھم وجعل	شریعت کی تعلیم دیں اور ان کے مقدمات
الیہ قبض الصدقات من	کا فیصلہ کریں۔ یمن میں جو آپ کے عمّال
العمال الذین بالیمن[۱]	(کارندے) تھے ان سے صدقات جمع
	کرنا بھی آپ ہی کے ذمہ تھا۔

اس سے خیال ہوتا ہے کہ غالباً شروع میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذؓ یمن کے ذمہ دار بنا کر بھیجے گئے لیکن بعد میں فتوحات کی توسیع کے ساتھ بعض اور حضرات کا بھی اضافہ ہوا۔ اس کے ساتھ یہ ہدایت بھی تھی کہ زکوٰۃ وصدقات حضرت معاذ ہی کے پاس جمع ہوں گے۔ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

ان معاذاً کان قاضیا للنبیؐ	معاذؓ یمن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
بالیمن وحاکما فی الحروب	مقرر کردہ قاضی تھے، جنگوں کا فیصلہ
ومصدقا الیہ تدفع الصدقات[۲]	وہی کرتے تھے اور صدقات وزکوٰۃ کے
	وصول کنندہ بھی تھے، آپ ہی کے حوالہ
	صدقات کئے جاتے تھے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد حضرت معاذؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کی حیثیت سے مکہ میں تعلیم وتربیت کا فرض انجام دیا تھا۔ عروہ بن زبیرؓ روایت کرتے ہیں۔

استخلف معاذ بن جبل علی	جب آپ (فتح مکہ کے بعد) حنین کی طرف
اھل مکۃ حین خرج الی حنین	روانہ ہوئے تو حضرت معاذ بن جبلؓ کو اپنا
وامرہ رسول اللہ صلی اللہ	جانشین مقرر فرمایا اور انھیں حکم دیا کہ وہ
علیہ وسلم ان یعلم الناس	لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیں اور ان کے
القران وان یفقھھم فی الدین[۳]	اندر دین کی سوجھ بوجھ اور بصیرت پیدا کریں۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد حضرت معاذؓ کو حضرت

۱۔ الاستیعاب فی اسماء الاصحاب، ۳/ ۲۵۷ ۲۔ السیرۃ النبویۃ : ۴/ ۲۰۰

۳۔ حاکم، المستدرک : ۳/ ۲۷۰

عتّاب بن اسیدؓ کے ساتھ مکہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا تھا تاکہ اہلِ مکہ کو دین کی تعلیم دیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس کے بعد یمن بھیجا تھا۔[۱]

نجران کے عیسائیوں کے نمائندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے اسلام قبول نہیں کیا تو آپ نے مباہلہ کی دعوت دی۔ پہلے تو وہ اس کے لیے تیار ہوگئے پھر ان کی ہمت نہیں ہوئی۔ انھوں نے آپس میں کہا کہ آپ سے مباہلہ کرنا اپنی تباہی کو دعوت دینا ہے۔ انھوں نے اس شرط پر صلح کرلی کی وہ ایک خاص مقدار میں کپڑے اور رقم فراہم کریں گے۔ اس کے بعد درخواست کی۔

ابعث معنا رجلا امینا و لا تبعث معنا الا امینا	آپ ہمارے ساتھ ایک امانت دار آدمی کو بھیجئے۔ درخواست ہے کہ امانت دار ہی کو بھیجئے۔

ان کی اس درخواست کو منظور کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

لابعثن الیکم رجلا امینا حق امین	میں تمہارے پاس ایک ایسے شخص کو بھیجوں گا جو پورا پورا امانت دار ہے۔

اس کے بعد آپ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو یہ کہہ کر روانہ فرمایا۔

ھٰذا امین ھٰذہ الامۃ[۲]	یہ اس امت کے امین ہیں۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں قرآن مجید پڑھ کر سنایا اور اسلام کی دعوت دی لیکن انھوں نے قبول نہیں کیا۔[۳] غالباً انھوں نے مزید غور و فکر کرنے اور سمجھنے کے لیے آپ سے اپنے نمائندہ کو بھیجنے کی درخواست کی۔ چنانچہ

---

[۱] ابن کثیر، السیرۃ النبویہ: ۴/ ۱۹۸۔ ۸ھ میں مکہ فتح ہوا۔ امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ حضرت معاذؓ (۱۰ھ) میں حجۃ الوداع سے پہلے یمن بھیجے گئے۔ جیسا کہ کتاب المغازی میں ان کے عنوان باب سے ظاہر ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اسے ۹ھ کے آخر کا واقعہ بتایا ہے۔ ابن سعد نے ربیع الآخر ۱۰ھ کی روایت بھی نقل کی ہے۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ یمن جانے کے بعد وہ وہیں رہے اور عہد صدیقی میں واپس ہوئے۔ پھر (عہد فاروقی میں) شام گئے اور وہیں انتقال ہوا۔ فتح الباری ۳/ ۲۳۰

[۲] بخاری، کتاب المغازی، باب قصۃ اہل نجران۔ [۳] فتح الباری: ۸/ ۶۸

مسلم کی روایت میں ہے:

ابعث معنا رجلا یعلمنا السنۃ والاسلام[۱]	آپ ہمارے ساتھ ایک ایسے شخص کو بھیجئے جو ہمیں سنت اور اسلام کی تعلیم دے۔

ایک اور روایت میں ہے۔

ابعث معنا رجلا یعلمنا القرآن[۲]	ایک ایسے شخص کو ہمارے ساتھ بھیجئے جو ہمیں قرآن کی تعلیم دے۔

اس درخواست کے جواب میں حضرت ابوعبیدہؓ کے بھیجے جانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ صرف صلح کی رقم وصول کرنے کے لیے نہیں گئے تھے بلکہ ان کے پیش نظر اسلام کی تبلیغ اور کتاب وسنت کی تعلیم بھی تھی۔

حجۃ الوداع سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کو قبیلہ ہمدان میں دعوت وتبلیغ کے لیے یمن بھیجا۔ وہاں آپ دعوت وتبلیغ کرتے رہے لیکن اس میں آپ کو کامیابی نہیں ہوئی۔ ہمدان والوں نے اسلام قبول نہیں کیا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ بھیجے گئے، آپ کی کوشش اور حربی تدابیر سے پورا قبیلہ مسلمان ہوگیا۔ اس کی اطلاع ملی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد خوش ہوئے اور سجدہ میں گر پڑے[۳]

سنہ۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو نجران میں قبیلہ بنوالحارث کی طرف روانہ فرمایا۔ ہدایت تھی کہ تین دن تک اسلام کی دعوت دی جائے اگر اسے وہ قبول کرلے تو اس سے کوئی تعرض نہ کیا جائے ورنہ جنگ کی جائے۔ چنانچہ اسی کے مطابق حضرت خالدؓ نے فوج کو حکم دیا کہ وہ چاروں طرف پھیل جائے اور یہ اعلان کرے کہ لوگو اسلام قبول کرلو امن وامان سے رہوگے۔ اس دعوت کا نتیجہ یہ نکلا کہ سب لوگ اسلام لے آئے۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نے ان کی تعلیم وتربیت کی طرف توجہ فرمائی۔ یہ پوری تفصیل اس خط سے سامنے آتی ہے جو حضرت خالدؓ نے بنوالحارث کے اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا تھا۔ اس میں

۱؎ مسلم، کتاب المناقب، فضائل ابی عبیدہ بن الجراح ۲؎ حاکم، المستدرک: ۲۶۷/۳

۳؎ السیرۃ النبویۃ: ۲۰۲/۴ - فتح الباری: ۴۸/۸

اس کوشش کا بھی ذکر ہے جو وہ ان کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں آپ کی ہدایت کے تحت کر رہے تھے۔ فرماتے ہیں۔

وانا مقیم بین اظہرھم امرھم بما امرھم اللہ بہ وانہاھم عما نہاھم اللہ عنہ واعلمھم معالم الاسلام وسنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی یکتب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والسلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ	میں ان کے درمیان ٹھہرا ہوا ہوں، انھیں ان باتوں کا حکم دے رہا ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا ہے اور ان باتوں سے منع کر رہا ہوں جن سے اللہ نے انھیں منع فرمایا ہے۔ انھیں اسلامی زندگی کے نشانات راہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تعلیم دے رہا ہوں۔ اس وقت تک یہ خدمت انجام دیتا رہوں گا جب تک کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ کا دوسرا حکم نہ آجائے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اس خط کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کو لکھا کہ وہ بنوالحارث کے وفد کے ساتھ مدینہ آئیں۔ چنانچہ ان کا وفد آیا۔ اس سے تفصیلی بات چیت ہوئی اور اس کی واپسی کے بعد آپ نے عمرو بن حزمؓ کو بعض اہم ہدایات دے کر روانہ فرمایا۔[۱]

جنگ خیبر میں کئی روز کی کوشش کے باوجود جب فتح نہیں ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم حضرت علیؓ کے حوالہ کیا اور ہدایت فرمائی۔

انفذ علی رسلک حتی تنزل بساحتھم ثم ادعھم الی الاسلام واخبرھم بما یجب علیھم من حق اللہ فیہ	وقار اور اطمینان کے ساتھ آگے بڑھو، یہاں تک کہ ان کے احاطہ میں پہونچ جاؤ پھر انھیں اسلام کی دعوت دو اور بتاؤ کہ اسلام کی رو سے ان پر اللہ کا کیا حق لازم آتا ہے۔

اس کے بعد ایک جملہ میں آپ نے وہ مقصد بیان فرمایا جو ایک مسلمان کے پیش نظر محاذ جنگ پر بھی ہونا چاہیے۔ ارشاد ہوا

---

[۱] تفصیل کے لیے دیکھئے ابن ہشام: سیرت: ۴/۲۶۲-۲۶۵